مُسلم جنت

عبداللہ یوسف علی

مترجم: مسعود احمد خان۔ الحبیب 867/9 ابدالی روڈ ملتان

تمہید

دین اِسلام عرب کے ایک بے راہ رواور جہل سے مرقع معاشرے میں فطرت کی طرف سے اُمید کی کرن کی صورت وارد ہوا۔ مدعا اور پیغمبر اِسلام پہ غور کرنے سے وضاحت کے ساتھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے اَدیان کے مقابلہ میں یہ اپنے مخاطب سے توقع کرتا ہے کہ وہ سعی کی طرف توجہ دے گا اور اپنے مسائل کے حل کے لیے کسی قسم کی مافوق الفطرت مدد یا سہارے پر اکتفا نہیں کرے گا اور جہد مسلسل سے اپنے مقصد کے حصول کو یقینی بنائے گا۔ یہی پیغمبر اِسلام کا اُسوہ اور طریقہ کار پوری زندگی رہا اور اپنے پیغام کی ترویج کے لیے انہوں نے ذاتی تکالیف سے لے کر سماجی واِجتماعی جہد کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

افسوس کہ محمدﷺ کی وفات کے بعد چند سو سال تک تو اِس پیغام کی رُوح مسلمانوں میں باقی رہی اور جس کی بدولت وہ اقوام دُنیا پر قوام ہوئے لیکن بعد کے ادوار جو کہ صدیوں پہ محیط ہیں مسلم دُنیا پہلے اَدیان کی طرح کسی کاوش کے بغیر مفادات کے حصول میں جت گئی اور دُنیا میں ذلت وخواری اُس کا مقدر بن گئی۔ یہ سب کچھ مفادات کی حد سے بڑھ کر آخر کار مکارم اخلاق کے وصال پہ منتج ہوا۔ جو دراصل بنیاد ہے تباہی و بربادی کی۔ نبی مکرمﷺ نے ایک سے زیادہ مرتبہ اپنے دور میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں تمھارے مکارم اخلاق کو درست کرنے کے لیے آیا ہوں اور وہی پچھلی کئی صدیوں سے مسلمانوں میں نہیں رہا۔ دین کی ترویج اور اچھائی کی سربلندی کے لیے مسلم اُمہ بالعموم اور علماء بالخصوص نے ہر قسم کے قصوں اور جھوٹی کہانیوں کا سہارا لیا اور اپنے دین کی روح کو مسخ کیا۔

علامہ عبداللہ یوسف علی ۱۹ صدی عیسوی کے آئی سی ایس تھے اور انہوں نے قرآن حکیم کا (۱۹۳۷ء) انگریزی زبان میں ترجمہ وتفسیر کیا جو کہ آج کے دور میں ہر قسم کے میڈیا پہ موجود اور پسند کیا جاتا ہے۔ اِس میں علامہ صاحب نے ۱۴ ضمیمات کے تحت کچھ موضوعات پر سیر حاصل تفصیلات بیان کی ہیں جن میں سے ایک مسلم جنت Muslim Heaven ہے۔ مترجم نے اِس خیال کے تحت اِس کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ اُردو سمجھنے والے قارئین عبداللہ یوسف علی کے پیغام جنت کو جان سکیں۔

مُسلم جنت

۱۔ ''مُسلم جنت'' کے بارے میں لکھنا دراصل اِسلام کے روحانی تخیل اور اِس کا تصورِ آخرت بیان کرنا ہے خاص طور پر اُن لوگوں کے لیے جو تخلیق کار (اللہ) کے سچّے قانون پر عمل کرتے ہیں اور جو وحی میں تفصیلاً بیان ہوئے ہیں۔ اور اِیسا کام فقط ایک ضمیمہ کی دسترس سے باہر ہے۔ لیکن میں کچھ معاملات، جو کہ میرے کام میں نقطوں کی صورت لکھے گئے ہیں، آپ کے سامنے رکھوں گا۔ یہ بہت اہم ہیں کیونکہ کچھ اسلام کے ناواقف تنقید نگار نادانستہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام، جنت کا تصور شہوانی خواہشات کی تسکین کا دیتا ہے اور ہمارے کچھ بھائی بند اپنی مادی سوچ کی بنا پر کچھ اِیسے ہی خیالات کے حامل ہیں۔

۲۔ یہ سچ ہے کہ اسلام رُوحانی معاملات کے بیان کرنے کے لیے نہایت اَنوکھے اِستعارات کا استعمال کرتا ہے۔ یہ حقیقتاً الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتے سوائے اِن اِستعاروں کے۔ لیکن اِن کا استعمال اللہ تعالیٰ نے خود بڑی احتیاط کے ساتھ کیا ہے چہ جیکہ سطحی ذہن اِن سے غلط مطلب نکال لے اور اِن اِستعارات کا استعمال اِس اِنسان کے لیے محدود و مبین کیا ہے جس کے لیے اِس دُنیاوی زندگی میں چند مادی مسرتیں، اطمینان، خوشیاں اور کچھ ذہنی وسماجی تعلقات کا اِحساس جو اِس کی رُوحانی ''جنت'' اور اِخلاقی خوشی پر منطبق ومد ہوتے ہیں۔ اِن کا تعلق کسی دیوی و دیوتا کے معاشقے یا حسد یا معمولی جھگڑوں سے نہیں جو دیومالائی عدالت و اِنصاف پر منتج ہوتے ہیں اور ہمیں علم ہے کہ **یونانی دیومالائی اَساطیر** اِلحادی روایات میں سب سے زیادہ معتبر ہیں۔ ویگنر Wagner (جرمن اوپیرا کمپوزر) (Die Valkure، 1856ء) والکینز (Valkyrian Heaven) کی جنت کی عظمت وستائش کو بیان کرنے کی کوشش کے باوجود ہمیں اِس میں نزاع و نامرادی کے بلند عوامل وجذبات کی فضا ملتی ہے۔ عیسائیت میں خدا اور اُس کے تاج کا تصور ''سرخ پتھر'' زمرد وسونے کے تاج، شفاف آئینہ کے سمندر اور چوبیس بزرگوں کا خدا کے تاج کے سامنے سرنگوں ہونے اور قصیدے بیان کرنے کا ہے۔ لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''آپ نے تمام چیزیں تخلیق کی ہیں اور 'آپ کی خوشی' کے لیے یہ تخلیق ہوئی تھیں اور ہیں''۔ (*The concluding Book of the New Testament: The Revelations of St. John*)

(the Divine, Chapter IV)۔ ہمارا (اِسلام) تصورِ خدا کی ذات کے بارے میں اِیسا استعارہ نہیں رکھتا اور ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ ''مقصدیتِ تخلیق'' خدا کی ذات کا اِظہار یا تسکین خدا ہے۔ ہماری تعلیمات یہ ہیں کہ اِنسان اپنی ذات کی ترویج اور بلند مقدّر کے حصول کے لیے تخلیق کیا گیا ہے اور یہ اِسی صورت حاصل ہوسکتا ہے جب وہ اللہ کا فہم، بندگی اور اِدراک اپنے اندر پیدا کرے گا۔

۳۔ ہمارا عقیدۂ آخرت ''حتمی طور پر'' جزاوسزا کا عقیدہ نہیں۔ ''جزا'' کا وعدہ دو چیزوں کی طرف اشارہ کرتا ہے:

(ا) کسی عمل کی ترغیب جو جزا کے انعام کے ذریعے ہو، اور

(ب) جزا کا تناسب وصول کنندہ کی نیکیوں اور عوامل پر ہو۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں سورۃ العمران آیت نمبر ۳۱ میں بیان ہے:

''کہہ دو! کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو
اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کردے گا
اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے''

اِسی طرح سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۵ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں''

یقیناً جو بھی ہم اچھا عمل کرتے ہیں اس کا فائدہ ہماری اپنی جانوں کو ہی ہوتا ہے لیکن اِس کی غرض وغایت صرف اللہ کی ''رضا'' ہی ہونی چاہیے (البقرۃ:۲۷۲)۔ ''اور وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی رضامندی کی طلب کے لیے صبر کرتے ہیں'' (الرعد۲۲)۔

۴۔کیا ''جزا'' وصول کنندہ کے عملوں اور نیکیوں کے تناسب سے ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ جہاں تک ممکن ہے ہمارے اعمال و نیکیاں اِس کے لیے بہت ہی قلیل اور کم ہیں۔لیکن اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے (الانعام:۱۴۷) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے؛ کہ میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے (الاعراف:۱۵۶)۔اللہ کی رحمت آفاقی اور مکمل طور پر نافذ ہے اور'' وہ (اللہ) لامحدود بڑے فضل والا ہے'' (العمران:۷۴)۔اگر کوئی نیکی لائے گا اُسے اِس کے عمل سے ''بہتر'' ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا اُسے اِس کے برے اعمال کے ''تناسب'' سے سزا ملے گی (القصص:۸۴)۔پس اُس (اللہ) کا عدل مکمل اور اِنسان کے حق میں ہے لیکن اُس (اللہ) کی رحمت حساب سے مبراء ہے۔اور وہ جو اللہ کی خوشنودی کے لیے زکوٰۃ و صدقہ دیتے ہیں یہی ہیں اپنا اضافہ کرنے والے (الروم:۳۹)۔

۵۔کسی اِنعام کی اُمید میں یا سزا کے خوف سے اپنے آپ (خود) نیک بننا روحانی ترقی کے بنیادی مراحل تک تو اچھا ہوسکتا ہے جب بلند خیالات کا ابھی اِدراک نہیں ہوا ہوتا۔لیکن جوں ہی اِسلام کی کرن روح کی بالیدگی کرتی ہے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ نیکی کی اپنی جزا ہے اور برائی کی اپنی سزا ہے؛ کیونکہ اول الذّکر اللہ کی رضا ہے اور مؤخر الذّکر اُس کی رضا کے خلاف ہے پس اِسی لیے یہ فطرتِ انسانی، جو کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، کے خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے (الروم:۳۰)۔اِرشاد ربانی ہے: **اچھائی کی جزا اچھائی کے سوا کیا ہے** (الرحمٰن:۶۰)۔ہمیں کہا گیا ہے کہ برائی میں پڑنے کے بعد ''توبہ'' کریں۔لیکن ''توبہ'' سے مراد کوئی ماتمی لباس یا راکھ نہیں اور نہ ہی اِس سے مراد کوئی غمگین قنوطیت ہے۔اِس سے مراد بیماری کو ترک کر کے صحت کی طرف قدم بڑھانا، ٹیڑھے پن (غیر طبعی) سے سیدھے راستہ کی طرف آنا، اور اپنی فطرت کی بحالی، جو کہ اللہ کی تخلیق کردہ ہے، جو برائی کے اُکسانے پر خلط ملط ہوگئی تھی، کی طرف واپس لوٹنا ہے۔خوفِ خدا دراصل دانشمندی کا آغاز ہے لیکن اِس سے مراد کوئی عمومی خوف نہیں، کیونکہ سیدھے راہ والوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہوں گے (البقرۃ:۳۸)۔خوفِ خدا کوئی جامد و مجہول جبر نہیں جو بیرونی عناصر سے مسلط کیا گیا ہو، بلکہ یہ ہماری فطرت کا مستعد و متحرک اِعلان ہے اور جو ہمارے رب و پالنے والے سے بغاوت نہیں۔خوف اِس چیز کا ہے کہ مبادا ہم نیکی سے ہونے والی مسرت کو کھو نہ بیٹھیں۔اس کا تعلق حُب سے ہے اور یہ ہماری فطرت کا اخلاص ہے۔یہ عین ہماری فطرت ہے کہ ہمارا مستقبل اللہ کے رحم و مہربانی سے متعلق ہے۔ہمیں اُس کی رحمت کا طلب گار رہنا

چاہیے۔ ہماری استطاعت بہت محدود ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہماری فطرتِ تسلیمی (اسلام) کو قبول فرمائیں گے اور اُس کی رحمت ہمیں ڈھونڈ نکالے گی اور ہماری ترقی اللہ کے قانون اور اُس کی حکمت سے نافذ العمل ہوگی۔

۶۔ پس یہ ''قانونی دستور'' یا ''اَعمال کا ثمر'' بن جاتا ہے۔ ہر عمل کے اپنے اٹل اثرات لازماً ہوتے ہیں۔ (یہاں تمھارے لیے بکثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے۔) (الزخرف: ۷۳)۔ کوئی فرضی یا تخیلاتی کفارہ نہیں (جیسا کہ عیسائیت میں)، بلکہ اِنفرادی ذمہ داری ہے۔ یہ کوئی ایسا دستور نہیں جو کہ ''اعمال کا جواز'' ہو کیونکہ ہمارے بہترین اعمال بھی ''متوقع جنت'' کے لیے کافی نہیں۔ اور نہ ہی یہ ایسا دستور ہے جیسا کہ ''کرما'' کا جو بدھ و ہندو مت میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ کیونکہ ہمارا ایمان اللہ کی بھرپور رحمت و مہربانی (رحمان ورحیم) کا متقاضی و متلاشی ہے جو کہ ہمارے معاملہ میں مداخل ہو کر ہماری ندامت و درستگی کو قبول فرما سکتا ہے اور کرتا ہے اور ہمیں اِس دنیا کی آزمائش کے ہر موڑ پر تازہ مواقع عطا کرتا ہے۔ لیکن یہاں اِس بات کا اِدراک بھی ضروری ہے کہ ہماری قوتِ ارادی ایک اہم ترین عنصر ہے اور ہم کسی میکانکی فلسفہءِ جبریت کو قبول نہیں کر سکتے جو کہ اُس انسانی قوتِ ارادہ، جو کہ ہمارے اندر کے عالم خرد کی حکومت ہے، کا خاتمہ کر دیتی ہے اور اُس چیز کو بھی جو کہ آفاقی طاقت ہے اور کائناتِ عالم کی حکومت یا عظیم دنیا جو کہ ہمارے بغیر ہے کو سنبھالے ہوئے ہے۔

۷۔ یہ تو ہماری زندگی اور تقدیر کے بنیادی رُخ ہیں پس ہم کس طرح ''اپنے خیالوں کی جنت'' کو اِنسانی زبان میں بہترین پوشاک دے سکتے ہیں؟ مسلمانوں (اللہ) کی جنت وقت، جگہ اور گزرتے حالات سے مبراء ہے۔ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہے (السجدۃ: ۱۷)۔ لیکن ہمیں لازماً کچھ اصطلاحات استعمال کرنا ہوں گی جو اُن حالات کا آئینہ دار ہوں۔ پس اِسی لیے ہی **تمثیلات و تخیلات** کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اور اگر ہم اِن تخیلات و تمثیلات کی ''روح'' کو سمجھ جائیں تو پھر ہی ہم اِن سے بہرہ ور ہو سکیں گے۔ اگر ہم اَنوکھی توجیہات کی طرف نکل گئے جو ہمیں مادی دُنیا کی طرف لے جائے تو پھر کبھی بھی اُس روحانی دُنیا کا نظارہ یا اِدراک نہیں ہو سکے گا جو اِن تمثیلات و تخیلات کا مقصد ہے اور لازماً اِس کا مقصد رُوحانی بصیرت کو اُجاگر کرنا ہے۔ اِس قسم کی تمثیلات و تخیلات کا قرآنِ حکیم میں کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔

۸۔سادہ ترین اور دُور رس تمثیل ایک چمن کی ہوسکتی ہے نعمتوں یا رحمت کا چمن Garden of Bliss یا باغ (جنت یا جنت النعیم۔المائدۃ:۶۵)۔تمام مسلمانوں کی زبانوں میں لفظ ''جنت'' (باغ یا چمن) اللہ تعالیٰ کی ''جنت'' کے لیے مخصوص ہے۔آیئے چند تصورات کا تجزیہ کریں جو کہ مخصوص لفظ چمن یا باغ Garden اور تمثیلی لفظ رحمت یا نعمت Bliss کے لیے مستعمل ہیں۔

۹۔اِس زندگی میں ہماری حسیات محسوس کرنے کی صلاحیت پہ منحصر ہیں اور ہم چمن یا باغ کی اِصطلاح کے ساتھ اِنہیں منطبق کرتے ہیں۔ہمارے حواس خمسہ کی بہترین آبیاری چمن یا باغ کے ذریعے تکمیل ہوتی ہے۔آنکھوں کے لیے جیسے سبزا اپنے مختلف امتزاج کے ساتھ پودوں کے پتوں، پھولوں کے حیران کن رنگ اور اَشکال، راہ وراستوں کی ترتیب، روشنی کے مختلف رنگوں کا امتزاج، نرم اَندام بکھرتے ہوئے بادلوں اور دُھند کی خوبصورتی، پرسکون ٹھنڈے دریاؤں کا پس منظر، یا سرگوشیوں کی سیرابیت اپنے اندر کمال ہے۔سماعت کے لیے پرندوں کا چہچہانا، اَبشاروں کا ترنم اور آلات موسیقی جیسے گٹار کے ساتھ یا بغیر انسانی ترنم ہے۔سونگھنے کی حس کے لیے صرف پھولوں کی نہیں بلکہ پودوں، نمی، صبح کی شبنم کی متناسب خوشبو کے ساتھ ساتھ باغ کی مٹی کی سوندھی خوشبو کمال ہے۔ذائقہ اور چھونے کے لیے شاندار پھل، نرم ونازک گلاب کی پتیاں اور مخملی گھاس کے صحن کے علاوہ، نازک ہوا کے جھونکے ہماری حسیات کی آبیاری کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

۱۰۔ہمارے تخیل میں صرف چمن یا باغ نہیں ہوتا بلکہ اِیسا باغ ہوتا ہے جس میں دریا وندیاں بہتی ہوں۔اِس طرح ہمارا تخیل اور وسیع ہوتا ہے۔ہم ایسے منظر کی تصویر کشی کرتے ہیں جہاں کنارے، بالکونیاں اور ڈھلوانے صحن، بلند زمین اور میدان ہوں۔لیکن اِس کے لیے روحانی تمثیل کیا ہو؟ ہم ایک بے ذوق رہائش کے خواہشمند نہیں ہونا چاہیں گے جہاں ہمیشہ زبور Psalm گائی جارہی ہو۔صفوں، توقیر، ذائقوں میں تفریق، فرد کی پرورش اور اِنفرادیت کی بنیاد پر ہوتی ہے اور جو ایک شخصیت کا تسلسل پر منتج ہوتی ہے۔لیکن اِس کے باوجود یہ ایک یکساں درجہ بندی کا مظہر ضرور ہے جو کہ زندگی میں مختلف روحانی تجربوں سے مندرجہ ذیل صورتوں میں حاصل ہوتا ہے۔(ا) **انبیاء** جو کہ اِنسانیت کے رہبر و رہنما ہوتے ہیں، (ب) **سچ کے مخلص داعی** جو ''مقصدیت'' کے حصول کے لیے اپنی ذات و وسائل کے ساتھ ہمیشہ کھڑے ہوتے ہیں (ج) **شہید و گواہان** جو کہ قربان ہوجاتے ہیں یا اپنے آپ کو

وقف کر دیتے ہیں اور (د) **عام نیک لوگ** جو کہ روزمرہ کی زندگی تو گذارتے ہیں لیکن ہمیشہ ایک نیک مقصد کے ساتھ۔ یہ سب ایک خوبصورت لڑی میں پروئے ہوئے ہیں جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت ۶۹ میں کہا گیا ہے کہ نبی، صدیق، شہداء اور صالحین بہترین رفیق ہیں۔ یا پھر سورۃ الواقعہ کی آیت ۲۷ اور ۱۱ میں بیان ہے کہ نیک لوگ دائیں ہاتھ کے ساتھی ہوں گے جو کہ اللہ کے نزدیک بلند درجہ اور عزت میں ہوں گے۔ جب کہ اِن کے علاوہ وہ ہوں گے جو کہ بائیں ہاتھ کے ساتھ ہوں گے اور جنت میں داخل نہ ہوسکیں گے۔ صوفیانہ زبان میں اُن کی آنکھوں کے سامنے اللہ کا نور اپنی رحمتوں کے ساتھ خدائی نگرانی Divine Eyes کی صورت ہوگا۔ جیسا کہ سورۃ نور آیت ۳۵ میں اِس طرح بیان ہے۔ (اللہ زمین و آسمانوں کا نور ہے۔ اِس کے نور کی تمثیل ایسے ہے جیسے کہ ہو ایک چراغ کے اندر اور وہ چراغ بند ہو ایک شیشہ میں۔ شیشہ جیسے کہ ایک چمکتا ہوا ستارہ جو کہ مقدس درخت، زیتون جو نہ کہ مشرق میں یا مغرب میں ہے جس کا تیل خود روشن ہو جسے آگ نے چھوا نہ ہو۔ تہہ در تہہ روشنی۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور سے ہدایت دیتا ہے۔ اللہ انسان کے لیے تماثیل بناتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔) ممکنہ طور پر اَصحاب جنت اور وہ جو اعلیٰ ہوں گے (سورۃ الاعراف آیت ۴۶) اُن کا تعلق انہی دو اَرواح کے زمرے میں آئے گا۔ جو بھی تشریح یا مُراد اِس صوفیانہ پیرگراف سے لی جائے اِس میں کوئی شک نہیں کہ انفرادی شخصیت کی آخرت میں دوام سے مراد مختلف اقسام کی رحمتیں ہیں جن کہ زمرہ جات بھی مختلف ہوں گے۔

۱۱۔ فرحت، سکون یا خوشی جیسی نفسیاتی اِصطلاح کو عمومی علامتی طور پر ہم کس طرح سمجھ سکتے ہیں؟ اگر اِس کا مقصد ''اطمینان'' کو تجریدی اِصطلاح کے علاوہ کے طور پر پیش کرنا ہے تو ہمارے سامنے لازماً عام زندگی کی علامات، خیالات کے تخلص، نزاکت اور اطمینان کے ساتھ ہونی چاہیں۔ کھانے اور پینے کے عوامل رُوح پرور اور سماجی ہوں گے۔ گوشت، پھل اور مشروبات کی پسند ایسی ہوں گے جو لذت و ذہن کی نزاکتوں کا خیال رکھے گی۔ لباس جو کہ بہترین نفاست کے ساتھ سلا ہوا سماجی میلاپ کا باعث ہوگا اور تخت عزت و توقیر کی علامت ہوں گے۔ ساتھی، اِنفرادی و سماجی سطح پر ہم عصر ہوں گے۔ ساتھی جو کہ زندگی میں ہمارے لیے اُلفت کا باعث تھے جیسے، مائیں، بیویاں، بہنیں، عزیز واقرباء، بچے اور دوست واحباب ہماری تسکین واطمینان کے لیے ساتھ ہوں گے اور اُن کی محبت و یگانیت زمینی محبت سے بدرجہ زیادہ ہوگی جیسے کہ جنت کا چمن یا باغ جو کہ زمین کے چمن سے بہتر ہوگا۔ اِس سب کے ساتھ اِیمان اور اچھی زندگی بھی منسلک ہوگی اور کسی قسم کا دخل دَر معقولات نہیں ہوگا اور جنت کی توقیر و حرمت کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکے گا (الرعد: ۲۳؛ الزخرف: ۷۰۔۷۲)۔ اُلفت ومحبت

صرف اِنفرادی نہیں بلکہ موسیقی کی لے کی طرح اپنے سُر کے ساتھ سب کے لیے مہیا ہوگی۔

۱۲۔**شہوانی جنسی اِختلاط کی جنت میں کوئی جگہ نہیں** البتہ یہاں ہماری جنسی اجزائے ترکیبی کی ذہنی ونفسیاتی قدر جو کہ ایک مکمل اور بلند محبت و پیار پہ منتج ہوتی ہے کی ایک خوبصورت تصویر ہوگی۔لفظ ''حور'' جو کہ سورۃ الدخان آیت ۵۴،سورۃ الطّور آیت ۲۰ میں آیا ہے کو غلط سمجھا اور بیان کیا گیا ہے۔گرائمر کے لحاظ سے یہ اپنی ساخت میں مونث نہیں اور ''حوروں'' کا ساتھ جنت میں سب کے لیے ہوگا یعنی کہ مرد و خواتین دونوں کے لیے جیسے اِس دُنیا میں ہے اور وہ اپنی شخصیت کو شہوانیت کے بغیر قائم ودائم رکھیں گی۔بالکل ایسے جیسے کہ انگریزی کا لفظ "angel" اپنے یونانی لفظ "Angelos" اور لاطینی لفظ "Angelus" سے ماخوذ ہے اور یہ اپنا تعلق خاص طور پر نسوانی خوبیوں پاکبازی،دلکشی،خوبصورتی،معصومیت،سچائی اور خیر خواہی کے ساتھ ہے(الدخان:۵۴)۔سورۃ النباء آیت ۳۳ میں ہم عصر کنواریوں(Madiens or Virgins of equal age) کا ذکر ہے جو کہ سختی کے ساتھ علامتی طور پر بیان ہوا ہے۔اِس کے ساتھ مردانہ وجاہت کی خوبیاں اور طاقت کو نوجوانی کے پرجوش عزم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے(الطّور: آیت ۲۴)۔دوسرے الفاظ میں یہ علامات ہماری خوبصورتی،دلکشی،تناسب وہم آہنگی،طاقت،جوانی اور خدمت کے تصورات سے اخذ ہوتی ہیں اور جن کا اپنے خالص ترین حالتوں میں اِدراک ہمیں یہاں(اِس دنیا میں)ہوتا ہے اور ایسا کچھ جو کہ اعلیٰ ترین اور خالص ہو اور جس کا اِحاطہ کوئی زبان کافی طور پر نہیں کرسکتی۔

۱۳۔چشموں یا فواروں اور مشروب یا شراب کی علامات بھی بڑے خوبصورت انداز سے سورۃ الدھر میں بیان کی گئی ہیں۔غور کیجیے کہ عربی لفظ ''شراب'' کا مطلب ''پینا'' یا ''شراب'' ہے اور صوفیانہ زبان میں شراب یا پیالہ سے مراد ''انتہا درجے کی روحانی خوشی واطمینان'' حاصل کرنا ہے۔قرآن اپنی زبان میں ''انتہائی خوشی'' کو امن کے ساتھ منطبق کرتا ہے اور اِسے ایک تازگی سے بھرپور طاقت tonic کے طور پر لیتا ہے نہ کہ بے لگام ''انتہائی خوشی'' کے جو رُوحانی جوش کے ساتھ جو کہ ابھی رُوحانی سکون واطمینان کی پہلی سیڑھی پہ ہوتا ہے اور جس کی رُوح اِس دُنیا میں ابھی وارد ہوئی ہے۔جب حساب کتاب کا دِن گزر جائے گا اور نیک اَرواح ''دائمی رحمت'' کے خطے یا علاقے میں داخل ہوجائیں گی تب اُنھیں ایک پیالہ پینے کو دیا جائے گا جو کہ ''کافور'' کے فوارہ سے ہوگا۔''کافور'' کے لغوی معنی کافور camphor کے ہیں،علامتی زبان میں اِس سے مراد ایک مکمل،سرد اور تازگی،سکون بخش اور پسندیدہ

کے ہیں۔ یہ بڑی فیاضی وفراخی کے ساتھ دیا جائے گا۔ پھر عجزانہ آرزو وخواہش جو کہ اَرواح کے ساتھ کمتر زندگی میں بھر پور ہے اور احساسِ ملکیت توقیر وعزت، ہلکے ریشمی ملبوسات میں لپٹے ہوئے، تخت اور اور عجز اُن کے سامنے اور اِرد گرد ہوگا (الانسان: ۱۴)۔ پھر پرشکوہ سلطنت کا ماحول ہے جو کہ آفاقی عظمت وشان کے ساتھ مزین ہے۔ زنجبیل مشروب کا پیالہ، جو کہ ذائقہ کی گرمائش اور اشتیاق کی علامت کے ساتھ ہوگا، کا نام ہے ''سلسبیل'' (راہ کا متلاشی)، تقریب کے تہوارانہ ملبوسات اور خوبصورتی وشان وشوکت سے بھر پور شاہی ضیافت ایک علامت کے طور پر کھڑی ہوگی کہ ''ناگفتہ حاضری'' کی آمد ہے۔ علاوہ ازیں جھرنا یا فوارہ ''تسنیم'' جو کہ صرف اُن کے لیے ہوگا جو خدا کے نہایت قریب ہوں گے، صرف وہ اُس کے مکمل ذائقہ کو برداشت کر سکیں گے اور وہی صرف خدا کی شان وعظمت کی روانی کا اِدراک کریں گے۔ لیکن ہر سچا وکھرا شخص، اِس فوارہ کے مشروب کا ذائقہ اپنی روحانی ترقی کے مطابق جناتی شراب کے ساتھ لے گا (المطففین ۲۷۔۲۸)

۱۴۔ جنت کی عظیم شادمانی کو خدا کی قربت وچاہت کے لیے سورۃ العمران آیت ۱۴۔۱۵ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اِنسان کی نظر میں خوبصورتی اور اُلفت ہے کہ وہ رکھے\
عورتوں اور بیٹوں میں، سونے اور چاندی کے ڈھیروں میں\
نسلی گھوڑوں میں، مویشیوں میں، زرخیز زمین میں\
اور یہ سب ہے جو اس دُنیا کا ہے\
لیکن اللہ کی قربت سب سے بڑا مدعا ہے

کہو کہ کیا میں تمھیں دوں گا اشیاء جو اِن سب سے بڑھ کے ہوں گی؟

نیکوکاروں کے لیے باغ ہوں گے اُن کے رب کی قربت میں

نیچے بہتے ہوں گے دریا اور دائمی گھر ہوگا

خالص اور پاک ساتھیوں کے ساتھ

اور اللہ کی خوشنودی ہوگی۔

لیکن اللہ کی خوشنودی اِنسان کی خوشی واطمینان کے ساتھ ہوگی جو جنت کو اپنے کمال پہ پہنچائے گی۔

تمھاری رُوح اپنے (مکمل) آرام واطمینان میں

اپنے رب کے پاس واپس آئے گی، نہایت مطمئن اور نہایت خوش اُس (اللہ) کے ہاں

پھر داخل ہو جاؤ میرے ماننے والوں کے ساتھ

ہاں داخل ہو جاؤ میری جنت میں! (الفجر: ۲۷۔۳۰)

۱۵۔ پس یہ مسلم تصورِ نجات ہے۔ یہ دراصل ایک مکمل شخصیت کے حصول پہ منتج ہوتا ہے جو کہ ہمارے اندر کے اطمینان وسکون سے پرورش پاتا ہے اور کسی بیرونی سہارے کے بغیر نہ کہ اپنے گناہوں سے سزاؤں کے ذریعے چھٹکارا یا دوسروں کی نیکیوں کے ذریعے اور نہ ہی کسی نروانہ Nirvana یا کسی بربادی یا تلف یا جذبیت سے۔ البتہ اِس کے حصول کے لیے مسلسل کاوش اور جہدِ زندگی یا ایسا کچھ درکار ہے۔ اور یہ سب سے بڑ''انعام' Supreme Achievement ہے وہ جو تمام خواہشات کا حاصل اور اطمینانِ لامتناہی the Felicity *in excelesis* ہے۔

۱۶۔ کئی معروضات دو پیراگراف میں ایک خوبصورت انداز میں سورۃ الروم آیات ۵۵۔۵۸ اور سورۃ الطّور آیات ۱۷۔۲۸ میں بیان ہوئی ہیں۔ پہلا پیراگراف علامتی طور پر

mise en scene (یعنی کہ ایسی جگہ جہاں فلم، تھیٹر یا ڈرامہ کے حقیقی سین کو بنایا جائے) اور اِنتہائی روحانی خوشی کی حقیقت کے متعلق ہے۔ یہاں بیان ہے کہ خوشی تنہائی یا اکیلے پن میں نہیں بلکہ ایک مشترکہ انجمن کی صورت میں توقیر وعظمت کے تخت پر امن کے ساتھ ہوگی۔ اِس کے ساتھ ساتھ اندرونی نفسیاتی اِطمینان بغیر کسی بیرونی حالات کے ساتھ جڑے ہوئے ہوں گے لیکن شخصیت کے اندرونی اظہار کے ساتھ جیسے کہ بیان ہے ''وہ حاصل کریں گے جو وہ چاہیں گے'' مثال کے طور پر موسیقار کی جنت موسیقی سے بھرپور ہوگی، ریاضی دان کی رضا کے مطابق ریاضیات کے تناسب اور کمال کے ساتھ، فن کار کی خواہش کے مطابق خوبصورتی کی ہر صنف سے بھرپور اور نور Light گرچہ ایک ہوگا لیکن اِس کی کرنیں ہر سمت ہوں گی۔ اِس کا اکٹھ ہوگا ''امن وسلامتی'' کے ساتھ اللہ کی طرف سے جس کی شاندار عظمت ''رحم وکرم، امن وسلامتی اور تناسب'' Mercy, Peace & Harmony پہ ہے۔ دوسرے پیرگراف میں اِنہیں نقطوں پہ دوبارہ زور دیا گیا ہے لیکن دوسرے انداز سے۔ نہ صرف اِنفرادی اطمینان اور سماجی رحمت بلکہ یہ سب خاندان کے افراد اور دوست جنہیں ہم اپنی زندگی میں پیار کرتے تھے اور جس سے تعلق ہمارے لیے دنیا میں زندگی کا باعث تھا، کے ساتھ ہوگا۔ زندگی کی اچھائیاں اور محبت کی یادیں تمام پرانے خوف اور اُلجھنوں سے پاک ہوں گی جب اللہ وحدہٗ لاشریک جس کا تاج پرشکوہ اور جو سب سے اعلیٰ وارفع، مہربان اور رحیم کا اِحساس ہوگا۔ اَرواح جنت میں روحانی احساس کی بلندیوں پر اللہ کے وجود کا اِدراک کریں گی۔